قرآنی سیرت کے تناظر میں نبوی دعوت کے اصول و مقاصد

Principles & Objectives of Prophetic Dawah in the Context of Quranic Sīrah

Dr. Noor Hussain
Assistant Professor, Law College Rawalpindi.
noorhussain24121962@gmail.com

ABSTRACT

The Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) laid down the principles of preaching Islam, which, if followed, can lead to success in the mission of conveying the message of Islam. He (peace be upon him) himself acted upon these principles while inviting people to the faith. Among the key principles of this invitation were: He gave glad tidings of Paradise to those who embraced faith, and warned of the punishment of Hell for those who rejected it. His method of preaching was based on the teachings of the Holy Qur'an, the Sunnah, and the recitation of the Qur'an.He invited people with gentleness, wisdom, moderation, and good character. The Prophet Muhammad (ﷺ) invited people to Islam through his excellent character, which inspired love for him in their hearts, and as a result, they embraced Islam. He purified people's hearts from disbelief and polytheism, a process known as Tazkiyah al-Nafs (purification of the soul).

Keywords: *Quranic Sīrah, Principles, Objectives, Prophetic Da'wah, Descriptive and Analytical Study.*

تعارف

تمام انبیاء کرام کی بعثت سعیدہ کا مقصد اولین دعوت الی اللہ تھا، آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے

جتنے انبیاء کرام تشریف لائے ان کا دائرہ دعوت مخصوص قوموں اور محدود زمانہ تک تھا۔ تمام انبیاء کرام نے نہایت جان فشانی کے ساتھ اور انتہائی مؤثر انداز میں اپنی اپنی قوموں کو دعوتِ حق دی، آنحضرت ﷺ کا دائرہ رسالت تمام انسانیت تک ہے اور آپ کا دورِ رسالت تا قیامت ہے، آپ ﷺ کی بعثت کے وقت لوگ آسمانی تعلیمات سے بے خبر ہو چکے تھے ہر طرف کفر و شرک کا دور دورہ تھا۔ آپ ﷺ نے دعوت دین کے لیے انتہائی محنت اور کوشش فرمائی اور انتھک مساعی کی بدولت ایک انقلاب پیدا کیا۔ آپ کی دعوتی کاوشوں کے باعث اسلام کو غلبہ نصیب ہوا اور اسلام رہتی دنیا کا دین ثابت ہوا۔ قرآن مجید نے دعوت کے وہ اصول بیان فرمائے جن پر عمل پیرا ہو کر آپ نے اپنی دعوت کو کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی امت کار دعوت کی امین ہے۔ لہٰذا قرآن مجید میں بیان کئے گئے دعوتِ نبوی ﷺ کے اصولوں کو اپنا کر ہی مؤثر انداز میں فریضہ دعوت انجام دیا جا سکتا ہے۔ دعوت نبوی کے قرآنی اصولوں کا تذکرہ حسبِ ذیل ہے:

.

انذار

آنحضرت ﷺ کی دعوت وانذار کے حقیقی مخاطب کافۃ الناس ہیں، بھٹکے ہوئے لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانا انتہائی مشکل کام ہے ، سنگلاخ زمین میں ایمان کی تخم ریزی بلا شبہ بڑا دشوار مرحلہ ہے، اس لیے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا گیا کہ پوری مستعدی کے ساتھ لوگوں کو ڈرایئے کہ ایمان نہ لانے کی صورت میں وہ مبتلائے عذاب ہوں گے۔ قرآن مجید میں انبیاء کرام کی دعوت بیان کرتے ہوئے انہیں منذرین کہا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ﴾(1)

"تو اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے ہوئے"

علامہ طبریؒ انذار کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

(تنذرون من عصى الله فكفر به بشدة العذاب، وسوء الحساب و الخلود في النار)(2)

"جس نے اللہ کی نافرمانی کی اس کے ساتھ کفر کیا اسے شدت عذاب، برے حساب اور ہمیشہ آگ میں پڑے رہنے سے ڈراتے ہیں"

آنحضرت ﷺ کو دعوت کے آغاز میں انذار کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَاَنْذِرْ﴾(3)

"اے چادر اوڑھنے والے (محبوب) پھر (لوگوں کو اللہ کا) خوف دلایئے"

آپ ﷺ منکرین حق کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ علامہ قرطبیؒ انذار کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

(معناه للعصاة و المكذبين من النار وعذاب الخلد)(4)

"اس کا معنٰی ہے کہ آپ ﷺ نافرمانوں اور جھٹلانے والوں کو دوزخ کی آگ اور دائمی عذاب سے ڈرانے والے ہیں"

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے منکرین حق کے لیے متعدد مقامات پر وعید بیان فرمائی انہیں عذاب جہنم سے ڈرایا گیا ہے ایسی وعید سے منکرین حق کو باخبر کرنا انذار کہلاتا ہے۔ امام فخر الدین رازی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(تزجرهم بالوعيد)[5]

"آپ انہیں وعید کے ذریعے ڈرائیں"

انذار شفقت و محبت کے ساتھ ڈرانے کا نام ہے جس کے ذریعے مدعوین کو داعی کا قرب نصیب ہوتا ہے اور انہیں یہ حقیقت معلوم ہو رہی ہوتی ہے کہ داعی کا یہ ڈرانا ہماری خیر خواہی کا نتیجہ ہے۔

انذار در حقیقت عالم انسانیت کی اصلاح اور تعمیر کا نکتہ آغاز ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو دعوت کے پہلے مرحلہ پر ہی انذار کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا داعی دین کو کسی خوف کی پرواکئے بغیر مدعوین کو دعوت اسلام دینی چاہیے، اللہ تعالیٰ کی تائید اس کا مقدر ٹھہرے گی۔ داعی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت راسخ ہو گی اور صبر کا دامن تھامے رکھے گا تو 'انذار" کا عمل اس کے لیے مشکل نہیں رہے گا۔

تبشیر

قرآن مجید ضابطہ حیات ہے جس میں دعوتِ ایمان کے ساتھ جملہ احکام الٰہیہ پر عمل کا حکم دیا گیا ہے اور یہ احکام زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہیں ان احکامات پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں بشارات سے نوازا گیا ہے ان بشارات کے نتیجہ میں ایمان و عمل کی ترغیب ملتی ہے یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے مبشر کی شان عطا فرمائی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ﴾[6]

"(ابتدء میں) سب لوگ ایک ہی دین پر تھے (پھر ان میں اختلافات واقع ہونے لگے) تو اللہ نے بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے بنیوں کو بھیجا اور ان کے ساتھ حق پر مبنی کتاب نازل فرمائی تاکہ وہ لوگوں کے ان امور کا فیصلہ کر دے جن میں اختلاف کرتے تھے"

آنحضرت ﷺ کو تمام انسانیت کے لیے مبشر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ارشاد باریٰ تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾[7]

" اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانیت کے لیے بشارت دینے والا اور ڈر سنانے ولا بنا کر"

نبی ﷺ کی ذمہ داری بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو خوشخبری دینے

والااور ڈر سنانے والابنا کر بھیجا ہے۔علامہ طبریؒ بشارۃ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

(و مبشرهم بالجنة ان صدقوک و عملوا ما جئتهم به من عند ربک)(8)

"آپ ﷺ انہیں جنت کی بشارت دینے والے ہیں اگر وہ آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کریں اور جو شریعت آپ لائے ہیں اس پر عمل کریں"

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی کی حیثیت سے مبعوث ہوئے میں آپ ﷺ تمام انسانوں کی طرف ہدایت و فلاح کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نیا نبی نہیں آئے گا۔ لٰہذا آپ ﷺ کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے امت کے داعیان پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ سنت نبوی ﷺ کے مطابق رہتی دنیا کو ترغیب و تشویق دلائے کہ وہ قبول حق پر آمادہ ہوں۔ مبلغ کو چاہیے کہ وہ لوگوں میں رغبت اور شوق پیدا کرے قرآن و سنت میں قبول حق پر جو بشارت دی گئی ہیں مدعوین کو دعوتِ ایمان و عمل دیتے ہوئے ان بشارات سے رغبت دلائے۔امام رازی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(ای تحثهم باالوعد)(9)

"یعنی آپ انہیں بشارت کے ذریعے برانگیختہ کریں"

دعوتِ دین کی قبولیت کے لئے تبشیر کا عمل انتہائی نافع ہے کہ جو لوگ اس دعوت کو قبول کر کے دولت ایمانی سے مشرف ہوں گے اور زندگی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں گزاریں گے ان کے لیے جنت کی بشارت ہے۔علامہ قرطبیؒ تفسیر میں لکھتے ہیں:

(ای بالجنة لمن اطاع)(10)

"جو اطاعت کرے اس کے لیے جنت کی بشارت ہے"

داعیِ دین کا فریضہ ہے کہ لوگوں کو نافرمانی اور گمراہی کے نتائج سے آگاہ کرے اور دین حق کو قبول کرنے اور اس پر قائم رہنے پر حقیقی کامیابی اور ابدی نجات کی بشارت دے یہی تمام انبیاء کرام نے بھی اپنی اپنی امتوں کو قبول دعوت کے نتیجہ میں جنت کی بشارات دیں۔

دین اور شریعت کے حوالے سے لوگوں میں جو اختلاف پیدا ہوتے رہے اللہ تعالیٰ نے ان اختلافات کو ختم کرنے کے لیے انبیاء کرام بھیجے یعنی لوگ توحید میں شرک کی آمیزش کر دیتے تھے۔ معبودان باطلہ کے آگے اپنی نیاز جبین کو جھکاتے تھے، حلال و حرام، حقوق و معاملات میں خواہشات کے غلام بنے رہتے، اللہ تعالیٰ کی بلا مشروط بندگی اور اطاعت کا تصور دھندلا جاتا تو اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو مبعوث فرماتے جو اپنی دعوت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی کا حکم دیتے تھے۔اور اس اطاعت و بندگی پر دینوی اور اخروی کامیابیوں کی بشارت دیتے تھے، آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی امت کو قبول حق پر اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور جنت اور اس کی بے مثل نعمتون کے حصول کی بشارت دی ہے جس پر صحابہ کرام نے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ لٰہذا داعی دین پر لازم ہے کہ وہ تمام انبیاء کرام اور داعی اعظم ﷺ کے اس منہج دعوت کو اختیار کرے جس کی بدولت لوگ نہ صرف دین حق کو قبول کریں گے بلکہ اس دین پر قائم رہتے ہوئے کسی قربانی سے بھی اجتناب

نہیں برتیں گے۔

قول لین

قول لین سے مراد ہے کہ داعی دین کے لہجہ میں نرمی، حلاوت، ہمدردی، برداشت کا عنصر ہونا چاہیے، مخاطب کی نامناسب بات کو اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے، مدعو چاہے کتنا ہی سرکش اور غلط عقائد و نظریات کا حامل کیوں نہ ہو دعوتِ دین کا فریضہ انجام دینے والوں پر لازم ہے کہ وہ اس کے ساتھ خیر خواہی ظاہر کرتے ہوئے نرمی سے بات کریں اس سے مدعو پر اچھا اثر پڑے گا اسے غور و فکر کا موقع ملے گا اور قبول دعوت میں حائل رکاوٹیں بھی دور ہوں گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہاروں علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ آپ دونوں فرعون کو دعوت دینے کے لیے تشریف لے جائیں اور اس سے نرم انداز سے بات کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰىOفَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾[11]

"آپ دونوں فرعون کے پاس جایئے بے شک اس نے (بہت ہی) سر اٹھا رکھا ہے تو اس سے نرم بات کہیں اس امید پر کہ وہ نصیحت مان لے یا کچھ ڈرے "

امام ابن کثیر قول لین کی تفسیر بیان فرماتے ہیں:

(دعوتهماله تكون بكلام رقيق لين سهل رقيق ليكون اوقع فى النفوس و ابلغ و انجع)[12]

"اس کے لیے دعوت انتہائی نرم، رقیق، اور ملائم لہجہ میں ہوتا کہ دلوں پر اثر کرے، اور مفید ہو"

داعی کا یہ منہج دعوت اپنانا کافروں کے ساتھ بھی ضروری ہے اور مسلمانوں کے ساتھ بھی دوران دعوت یہ انداز اختیار کرنا لازم ہے۔ یعنی نرم رویہ، میٹھی گفتگو، عمدہ الفاظ کے ساتھ خندہ پیشانی سے دعوت دی جائے۔ داعی کا سخت رویہ مدعو کی حالت کو نہیں بدل سکتا اور نہ ہی دعوت کی حقیقت پر مدعو غور و فکر کر سکتا ہے بلکہ اس کے دل میں داعی سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

امام رازی قول لین کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

(ان من عادة الجبابرة اذا غلظ لهم فى الوعظ ان يزدادو عتوا تكبرًا و المقصود من البعثة حصول النفع لا حصول زيادة الضرر فلهذا امر الله تعالىٰ بالرفق)[13]

"جابر لوگوں کی عادت ہے کہ نصیحت میں سختی کی جائے تو ان کی سرکشی اور تکبر میں اضافہ ہو جاتا ہے، بعثت کا مقصد حصول نفع ہے ضرر نہیں اسی لیے اللہ نے نرمی کا حکم دیا ہے"

داعی پر مدعو کے لیے نرمی اختیار کرنا حکم الٰہی ہے اگر مدعو اشتعال دلاتا ہے تب بھی داعی نے گفتگو میں نرمی کو ترک نہیں کرنا، سخت مزاجی سے داعی کے کام میں مشکلات اور رکاوٹیں حائل ہو سکتی ہیں اور نرم مزاجی سے کار دعوت میں آسانی اور کامیابی نصیب ہو سکتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ﴾ (14)

"اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، (برائی کا) دفعیہ اس بات سے کیجیے جو اچھی ہو پھر ناگہاں وہ شخص جو تیرے اور اس کے درمیان دشمنی تھی ایسا ہو گا گویا کہ وہ مخلص دوست ہے"

ہر داعی دین کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں نیکی کا مبلغ ہوں اس لیے میرے راستے میں رکاوٹیں پیش آ سکتی ہیں لہٰذا مجھے اس کے لیے تیار رہنا چاہیے اور مخالفین کی طرف سے پیش آنے والی تکالیف پر صبر کا دامن تھامے رکھوں گا، دلائل سے حق واضح کروں گا اور ہر صورت مدعو سے نرم رویہ اختیار کروں گا۔ علامہ قرطبیؒ قول لین کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

(القول اللين هو القول الذى لا خشونة فيه)(15)

"قول لین سے مراد وہ قول ہے جس میں سختی نہ ہو"

ہر داعی پر اسوہ انبیاء کی پیروی لازم ہے، اس آیت میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کا منہج دعوت بیان ہوا ہے اور یہی منہج دعوت آنحضرت ﷺ کا ہے لہٰذا امت محمدیہ کے ہر داعی پر اس منہج دعوت کی پیروی لازم ہے۔

قرآن مجید نے داعی کو یہ اصول دیا ہے کہ وہ دعوت دیتے وقت نرم انداز سے بات کرے۔ اس سے مدعو کے دل میں داعی کے لیے انس پیدا ہو گا۔

آنحضرت ﷺ کے کریمانہ رویہ کی توصیف اللہ رب العزت نے اپنے کلام مقدس میں ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۚ﴾ (16)

"تو اللہ کی کیسی (بے پایاں) رحمت ہے آپ ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے گرد و پیش سے بھاگ جاتے"

آپ ﷺ کے اخلاقِ عظیمہ کو یہاں بطور خاص دعوت و اصلاح کا فریضہ انجام دینے والوں کے لیے نمونہ قرار دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک داعی دین کے لیے سخت کلامی عمل دعوت میں ناکامی کا سبب ہے اور نرم

دلی اور شیریں کلامی سے مدعو کو پیغام الٰہی کا فہم نصیب ہوتا ہے خشیتِ الٰہی اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔

خُلق

جب داعی حسنِ اخلاق سے مزین ہو کر فریضہ دعوت انجام دے گا تو اس سے مدعوین کو داعی کی قربت ملے گی اور قبول دعوت کے لئے پزیرائی حاصل ہو گی داعی کا حسن اخلاق لوگوں کی اصلاح، تشکیل معاشرہ اور تزکیہ نفوس کے لیے انتہائی کارگر ثابت ہو گا رسول اکرم ﷺ داعی اعظم ہیں قرآن مجید نے آپ کے خلق کو خلق عظیم قرار دیا ہے۔ارشادربانی ہے:

﴿ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ﴾[17]

"اور بے شک ضرور آپ بہت بڑی شان والے خلق پر ہیں"

علامہ طبری خلق تفسیر میں لکھتے ہیں:

(و انک یا محمد لعلیٰ ادب عظیم، و ذلک ادب القرآن الذی ادبه الله به)[18]

" اور بے شک اے محمد ﷺ آپ ادب عظیم پر ہیں اور یہ قرآن کا ادب ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی تادیب فرمائی"

داعی اعظم ﷺ کا منہج دعوت اخلاق سے دعوت دینا ہے آپ ﷺ کے اس منہج دعوت کی بدولت لوگوں کو آپ کا قرب نصیب ہوا اور قبول اسلام کی طرف انہیں رغبت حاصل ہوئی، آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے دشمنوں کو معاف کرتے ہوئے فرمایا:

(لا تثریب علیکم الیوم)[19]

"آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں"

آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر فتح مکہ کے موقع پر آپ کے جانی دشمن اور آپ ﷺ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے والے بھی متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔

امام رازیؒ خلق کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(الخلق ملکة نفسانیة یسهل علی المتصف بها الاتیان بالافعال الجمیلة)[20]

" خلق وہ ملکہ نفسانیہ ہے کہ جسے وہ حاصل ہو اس سے اچھے اعمال بآسانی صادر ہوتے ہیں"

اچھے اخلاق کے باعث ہی داعی کا ہر عمل قرآن وسنت کے مطابق ہو سکتا ہے داعی جب سیرت مصطفیٰ سے آراستہ ہو کر وہ میدان دعوت میں اترے گا تو یقیناً اس کی دعوت کے مثبت اثرات مدعوین کے قلوب و اذہان پر پڑیں گے اس طرح داعی کے قول کے ساتھ اس کا عمل بھی اسلام کی صداقت کی دلیل ثابت ہو گا۔ کسی کو اذیت نہ دینا، سخاوت کرنا، نرم رویہ اختیار کرنا حسن ظن رکھنا لوگوں کی غلطیوں پر عفو و در گزر کرنا، حسن اخلاق کے دائرے میں آتا ہے گویا داعی کا تمام خوبیوں سے آراستہ ہونا ہی حسن اخلاق ہے۔

علامہ قرطبیؒ خلق کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(سمی خلقه عظیما لا جتماع مکارم الاخلاق فیه)[21]

" آپ ﷺ کے خلق کو عظیم کا نام دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ میں مکارم اخلاق جمع ہیں"

حسن اخلاق کا لوگوں کے قلوب واذہان پر گہرا اثر پڑتا ہے اگر داعی اپنی دعوت میں حسن اخلاق برتے گا تو اس سے دعوت حق کو از حد پذیرائی حاصل ہو گی، اور لوگوں کے تزکیہ نفس پر دور رس اثرات ثبت ہو ں گے، دعوت دین کا فریضہ انجام دینے والوں کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ وہ لوگوں سے حسن اخلاق کے ساتھ پیش آئیں اس لئے کہ یہ معاشرہ ساز ہیں، اخلاق سے عاری داعی کی دعوت نہ لوگوں کو اسلام کی طرف لاسکتی ہے اور نہ ہی مثالی معاشرہ قائم کر سکتی ہے۔

قرآن مجید میں اچھے اخلاق کا حکم دیا گیا ہے جب تک داعی ان اخلاق پر عمل پیرا نہیں ہو گا اس وقت تک نہ تو اس کی دعوت مؤثر ہو گی اور نہ ہی لوگوں کے اخلاق سنوریں گے۔ قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ خلق کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(یعنی انک علی الخلق الذی امرک الله به فی القرآن)[22]

" یعنی آپ ان اخلاق پر ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن میں حکم دیا ہے"

قرآن مجید میں عام مسلمانوں کو بالعموم اور داعی دین کو بالخصوص اچھے اخلاق کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾[23]

" اور اگر تو تند خو اور سخت دل ہوتا تو البتہ تیرے گرد سے بھاگ جاتے"

آپ ﷺ کے اخلاق کی بدولت آپ کی دعوت اطراف واکناف عالم تک پہنچی، ڈاکٹر ثناءاللہ حسین لکھتے ہیں:

" آپ ﷺ کی دعوت کسی خاص علاقے اور قبیلے تک محدود نہ تھی بلکہ آپ کی دعوت مکمل جزیرہ عرب کے ساتھ ساتھ مختلف ممالک اور ان کے اطراف و اکناف تک پہنچی "[24]

جب تک داعی اعلیٰ اخلاق پر فائز نہ ہو وہ کماحقہ دعوتِ کا کام نہیں کر سکتا۔

میدان دعوت میں آنحضرت ﷺ کے اخلاق سے غفلت برتنے کی وجہ سے نہ صرف لوگ داعی سے متنفر ہو جاتے ہیں بلکہ راہ ہدایت سے بھی دور ہو سکتے ہیں لہٰذا ایک داعی کو رسول اکرم ﷺ کے اخلاق کی ہر مرحلہ پر پیروی کرنی چاہئے۔

صبر

دعوتِ دین کی راہ میں قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے داعی کو دعوت کے راستے میں مشکلات کا مقابلہ کرنا چاہئے یعنی دعوت کے کام پر ثابت قدمی اختیار کرنی چاہئے، کارِ دعوت ترک نہیں کرنا چاہئے، بلکہ جس قدر مخالفت زیادہ ہو اس قدر محنت و کوشش بڑھا دینی چاہئے۔

کائنات میں مقدس ترین ہستیوں نے بھی فریضہ دعوت انجام دیتے ہوئے مشکلات کا سامنا کیا اور آنحضرت ﷺ نے بھی انتہائی مشکلات برداشت فرمائیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاصۡبِرۡ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾[25]

"تو (اے حبیب) آپ صبر فرمائیں جیسا صبر کیا ہمت والے رسولوں نے"

علامہ طبریؒ صبر کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

("فاصبر" یا محمد علیٰ ما اصابک فی الله من اذی مکذبیک من قومک الذین ارسلنک الیهم بالانذار)[26]

"پس صبر کیجئے، اے محمد ﷺ ان تکالیف پر جو آپ کو انذار کے نتیجہ میں اپنی جھٹلانے والی اس قوم کی طرف سے پہنچتی ہیں جن کی طرف ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا"

آنحضرت ﷺ کو راہ دعوت میں کفار و مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر واستقامت کی تلقین کی گئی ہے اور ساتھ ہی آپ ﷺ کے اطمینان کے لیے فرمایا کہ راہ دعوت میں جس طرح آپ کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس طرح پہلے اولوالعزم رسولوں نے بھی اذیتیں برداشت کی ہیں۔امام رازی صبر کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(اصبر کما صبر الرسل من قبلک علیٰ اذی قومهم)[27]

"آپ صبر کیجئے جیسا صبر آپ سے قبل رسولوں نے اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر کیا"

صبر کا دامن ترک کر دینے سے انسان ہمت ہار بیٹھتا ہے اور کام کو جاری نہیں رکھ سکتا، جبکہ صبر کے باعث انسان کی ہمت بڑھتی ہے اور کام کرنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ کار دعوت میں خصوصیت کے ساتھ صبر کا حکم دیا گیا ہے۔

علامہ قرطبیؒ صبر کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(ذکر مقاتل ان هذه الأية نزلت علیٰ رسول الله علیه وسلم یوم احد فامره الله عزوجل ان یصبر علیٰ ما اصابه کما صبر اولو العزم من الرسل تسهیلاً علیه و تثبیتاًله)[28]

"مقاتل نے کہا یہ آیت غزوہ احد کے موقع پر آپ ﷺ پر نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ جو تکلیف آپ کو پہنچی ہے اس پر صبر کیجئے جس طرح اوالوالعزم رسولوں نے صبر کیا مقصود اس کام کو آپ پر آسان کرنا اور

اس پر ثابت قدم کرنا تھا"

امت مسلمہ کے لیے قرآن مجید نے اولوالعزم انبیاء اور خاتم الانبیاء کا اسوہ بیان کرتا ہے کہ انہوں نے کار دعوت میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر و استقامت سے کام لیا ہے لٰہذا داعیان اسلام نے ہر طرح کی مشکلات کے باوجود دعوت دین کا کام انجام دینا ہے۔

مخالفین کی مخالفت نہ تو داعی کا راستہ روک سکتی ہے اور نہ ہی اشاعتِ اسلام کے سلسلہ کو منقطع کر سکتی ہے داعی جب صبر و استقامت کا مظاہر کرتا ہے تو اس سے دعوت رکنے کی بجائے بڑھتی چلی جاتی ہے۔

حکمت

"حکمۃ" سے مراد یہ ہے کہ داعی مخاطب کی ذہنی سطح کو ملحوظ رکھتے ہوئے دعوت دے اور دعوت کے لیے مناسب وقت اور جگہ کا انتخاب کرے اور دعوت دیتے وقت مدعو کی عزت نفس کی پاسداری کرے اور دعوت اس انداز میں دے کہ مدعو کے شبہات کا ازالہ ہو جائے اور دعوت اس کے دل میں راسخ ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ﴾(29)

"اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ بلاؤ"

امام رازی حکمت کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

(الحجة القطعية المفيدة للعقائد اليقينية و ذٰلک هو المسمیٰ بالحكمة)(30)

"ایسی حجت قطعیہ جو یقین عقیدہ کا فائدہ دے اس کا نام حکمت ہے"

یعنی ایسی دعوت جو دلائل قطعیہ کی روشنی میں ہو، حق کو واضح کرنے والی ہو اور شبہات کو زائل کر دے۔ علامہ نسفیؒ حکمت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(بالمقالة الصحيحة المحكمة هو الدليل الموضع للحق المزيل للشبهة)(31)

"مضبوط اور درست گفتگو کے ساتھ اور حق کو واضح کرنے والی اور شبہ کو دور کرنے والی دلیل کے ساتھ دعوت دینا حکمت کہلاتا ہے"

دلیل سے جو بات کی جاتی ہے وہ مدعو پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ لٰہذا داعی کے لیے ضروری ہے پختہ دلیل اور سمجھانے والے انداز میں بات کرے اور کوئی دعویٰ بغیر دلیل کے نہ کرے۔ مدعو اگر کسی دوسرے مذہب سے تعلق رکھتا ہو تو اسے دعوت اسلام دینے سے پہلے داعی کو چاہیے کہ ممکنہ اعتراجات کے جوابات کی خوب تیاری کر لے اور باقاعدہ دعوت دین پیش کرنے سے پہلے مدعوین کی نفسیات کا تجزیہ کر لے اور مدعوین کی طرف سے دوران دعوت پیش آنے والی مشکلات کا حل تلاش کرے اور داعی ایسے انداز سے اجتناب کرے جو انگشت نمائی کا باعث بن سکتا ہو۔

مدعوا گر مشرک ہے تو عقیدہ توحید پر دلائل دیئے جائیں اگر وہ عقیدہ آخرت کا منکر ہو تو وقوع قیامت پر دلائل دیئے جائیں اور مدعو کے اعتراضات عقیدہ رسالت پر ہوں رسالت کی صداقت پر دلائل دیئے جائیں اور مدعو کی ذہنی اور علمی سطح کو ملحوظ رکھ کر دعوت دینا حکمت کہلاتا ہے۔ علامہ آلوسی حکمت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(الحجة القطعية المذيحة للشبهة ، ايها الكلام الصواب الو اقع من النفس اجمل موقع)[32]

"ایسی قطعی دلیل جس سے شبہات کا ازالہ ہو جائے یعنی ایسا کلام جو دل میں اتر جائے اس کا نام حکمت ہے"

حکمت دعوت کا انتہائی مؤثر منہج ہے۔ دعوت کتنی ہی مبنی بر صداقت کیوں نہ ہوا گر اسے نچے تلے الفاظ اور مدلل پیرایہ اور مدعو کی نفسیات کا لحاظ نہ کیا جائے اس کی ذہنی سطح کو ملحوظ نہ رکھا جائے اور دعوت کے لیے مناسب وقت کا انتخاب نہ کیا جائے اور مدعو کی عزت نفس کی پاسداری نہ کی جائے اور اس کے جذبات کا احترام نہ کیا جائے تو ایسی دعوت اپنا اثر کھو دیتی ہے۔ داعی کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ بیک وقت مخاطب کو کس قدر دعوت دی جائے اگر ایک وقت میں زیادہ احکام و مسائل بیان کیے جائیں جو مدعو کے لیے بوجھ بن جائے تو یہ بھی خلاف حکمت ہے۔

یعنی دعوت دین دلائل قطعیہ کی روشنی میں ہو جس سے مدعو کے شکوک وشبہات کا خاتمہ اور ازالہ ہو جائے اور حق روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے اور اسے دعوت کی صداقت کا یقین ہو جائے اس طرح حکمت کے ساتھ جو دعوت دی جائے گی وہ مدعو کے دل ودماغ کو اپیل کرے گی اور اور وہ قبول حق کی طرف مائل ہو گا۔

آنحضرت ﷺ نے حکمت کا انداز اختیار فرماتے ہوئے یہود و نصاریٰ کے اعتراجات کے علمی انداز میں جوابات دیئے اور عقلی دلائل بھی دیئے، اس طرح آج منکرین اسلام کے اعتراضات پر علمی انداز میں ان کی گرفت کرنا اور جوابات دینا جس سے اسلام کے خلاف ان کے منفی پروپیگنڈا کا سد باب ہو حکمت کہلاتا ہے، اسی طرح جو لوگ معاشی مسائل کا شکار ہیں بے روزگار، تنگدست اور مفلوک الحال ہیں انہیں قرآن وسنت اور سلف صالحین کے احوال سے استدلال کرتے یہ بتایا جائے کہ قرآن وسنت پر عمل کے نتیجہ میں معاشی بدحالی خوشحالی میں بدل جاتی ہے حکمت کی ہی ایک تعبیر ہے۔

موعظہ حسنہ

موعظہ حسنہ سے مراد یہ ہے کہ داعی اس انداز میں دعوت دین پیش کرے کہ جس سے مدعو سے اس کا خلوص اور خیر خواہی اور محبت کا اظہار ہوتا ہو اور مدعو کا دل نرم ہو جائے۔ داعی قرآن وسنت میں بیان کی گئی بشارات سے استدلال کر کے مدعوین کو قبول دعوت پر آمادہ کرے اور دعوت پر قرآن وسنت میں بیان کی گئی وعیدوں سے انہیں جھنجوڑے، داعی کو چاہیے کہ مدعوین کے اندر چھپے ہوئے جذبہ خیر کو ابھارے اور قبول حق کے داعیہ کو بیدار کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ﴾[33]

"اپنے رب کے راستے کی طرف دانشمندی اور عمدہ نصیحت سے بلا، اور ان
سے پسندیدہ طریقہ سے بحث کر"

علامہ طبری موعظۃ حسنۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(بالعبر الجميلة التى جعلها الله حجة عليهم فى كتابه)[34]

"ایسی عبر جمیلہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حجت بتایا ہے"

قرآن مجید میں نیک کاموں پر جو اجر و ثواب اور بشارتیں سنائی گئی ہیں ان سے دل نیکی کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اور برے کاموں پر ایسا خوفناک انجام بیان ہوا ہے جس سے انسان کے دل میں برائی سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح ایک داعی قرآن مجید سے استدلال کرتے ہوئے ترغیب و ترہیب کا انداز اختیار کر کے دعوت دین دے تو اسے موعظہ حسنہ سے تعبیر کیا جائے گا۔

علامہ بغوی موعظہ حسنہ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

(يعنى مواعظ القرآن)[35]

"اس سے مراد قرآن کی نصیحتیں ہیں"

قرآن مجید نصیحت حاصل کرنے کے لیے بہت آسان ہے اس میں نیک کاموں کی جزاء اور برے کاموں کی سزا کو بڑی آسان مثالوں سے بیان کیا گیا ہے جو ان مثالوں میں غور کرے تو اسے آسانی سے نصیحت حاصل ہو سکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾[36]

"اور بیشک نصیحت قبول کرنے کے لیے ہم نے قرآن کو آسان کیا تو کوئی
ہے نصیحت قبول کرنے والا"

علامہ خازن موعظہ حسنہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(و الموعظة الحنسة يعنى و ادعهم الى الله بالترغيب و الترهيب و هو انه لا يخفى عليهم انک تناصحهم و تقصد ما ينفعهم)[37]

"موعظہ حسنہ سے مراد ہے کہ آپ انہیں ترغیب و ترہیب کے انداز میں
دعوت الی اللہ دیں کہ ان پر مخفی نہ رہے کہ آپ کو ان کی خیر خواہی اور نفع
مقصود ہے"

داعی کی حیثیت ایک معالج جیسی ہے لہٰذا اسے مدعو سے شفقت اور مہربانی سے پیش آنا چاہیے اس سے مدعو کو داعی سے قربت و انس نصیب ہو گا اور قبول دعوت کی طرف رغبت نصیب ہو گی آپ ﷺ کا فرمان ہے:

(الدين النصيحة)[38]

"دین خیر خواہی کا نام ہے"

داعی کو مدعوین کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لیے مخالفین کے رویہ سے تنگ آ کر

بھی داعی نے اپنے رویہ میں ترشی نہیں لانی اور اپنے رویہ اور مزاج سے خیر خواہی اور ہمدردی ظاہر کرنی ہے اس سے مدعو کو دعوت پر غور و فکر کی طرف رغبت حاصل ہو گی۔

آنحضرت ﷺ کو عالم انسانیت کی بھلائی کا اس قدر احساس تھا کہ مشرکین کی مخالفتوں کے باوجود ان کو عذاب جہنم سے بچانے کے لیے فکر مند رہتے تھے۔ آپ ﷺ کے شدت احساس کا تذکرہ یوں کیا گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴾[39]

"(اے محبوب آپ ایسے غمگیں ہیں کہ آپ کو دیکھنے والا کہے) شاید آپ
جان اس غم میں دے بیٹھیں گے کہ وہ ایمان نہیں لائے"

ایک داعی کے لیے آنحضرت ﷺ کا یہ منہج دعوت ایک نمونہ کی حیثیت رکھتا جو موعظہ حسنہ کی ایک مثال ہے۔

جدال احسن

"جدال احسن" منہج دعوت کی ایک قرآنی اصطلاح ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اگر داعی کو بحث و مناظرہ کی ضرورت پیش آجائے تو عمدہ اور احسن طریقے سے بحث و مناظرہ کیا جائے، فریق مخالف کو محض نیچا دکھانے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ احقاق حق مقصود ہو اور قرآن مجید نے مباحثے اور مناظرے کا جو پیغمبرانہ اسلوب بیان کیا ہے اسے ملحوظ رکھا جائے تہذیب و شائستگی کا انداز اختیار کیا جائے ایسے طرز عمل سے اجتناب کیا جائے جس سے مدعو مخاطب کے دل میں ضد اور ہٹ دھرمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَادِلْـهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ ۚ ﴾[40]

"(اور ان پر حجت قائم کیجئے احسن طریقہ سے"

علامہ طبریؒ جدال احسن کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

(اعرض عن اذاهم اياک)[41]

"اس سے اعراض کیجئے جو ان کی طرف سے آپ کو اذیت پہنچی ہو"

داعی نے مدعو کی طرف سے پہنچنے والی اذیت کے جواب میں بھی مدعو سے سختی نہیں کرنی انتقام سے اجتناب کرنا ہے دوران دعوت مباحثہ و مناظرہ کی نوبت آجائے اور مدعو داعی کی عزت پر حملہ آور ہو تب بھی داعی نے مدعو کی سطح پر نہیں اترنا انبیاء کرام کے منہج دعوت کو اختیار کرنا ہے مثلاً حضرت نوحؑ کی قوم کے سرداروں نے گستاخی کرتے ہوئے آپ پر گمراہی کا الزام لگایا تو اس کے باوجود نوحؑ نے قوم سے خیر خواہی کا اظہار فرمایا تا کہ وہ آپ کی دعوت قبول کرلیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍO قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِىْ
ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾[42]

"ان کے (مخاطب) لوگوں میں سے سرداروں نے کہا بیشک ہم ضرور آپ

کو کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں، نوحؑ نے فرمایا اے میرے (منکر) لوگو مجھ میں
گمراہی نہیں لیکن میں تمام جہانوں کے رب کا رسول ہوں"

اس طرح قرآن مجید جابجا بیان کرتا ہے کہ انبیاء کرام نے دعوت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے مجادلہ و مباحثہ کی صورت میں بھی مہذب انداز اختیار کیا ہے۔ علامہ آلوسی جدال احسن کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(بالطريقة التى هى احسن طرق المناظرة والمجادلة من الرفق و اللين)[43]

"مناظرہ و مجادلہ کا ایسا احسن طریقہ اختیار کیجئے جس میں مہربانی اور نرمی ہو"

داعی جب مجادلہ و مباحثہ کے دوران مہربانی اور شفقت کا انداز اختیار کرے گا تو اس کی بدولت مدعو پر اس کی خیر خواہی ظاہر ہو گی اور داعی سے انس ہو گا۔ اور قبول دعوت کی طرف رغبت حاصل ہو گی۔

داعی مباحثہ و مجادلہ کی صورت میں بھی اخلاق جمیلہ کا دامن کا تھامے رکھے تو منکر حق اس سے متاثر ہو سکے گا اور آمادہ حق ہو گا، آنحضرت ﷺ نے اعلیٰ اخلاق کی بدولت لوگوں کے قلوب کو مسخر کیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ﴾[44]

"تو اللہ کی کیسی (بے پایاں) رحمت سے آپ ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے گرد و پیش سے بھاگ جاتے"

مباحثہ و مجادلہ کی صورت میں اگر داعی ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرے گا تو فریق مخالف اس سے متنفر ہو جائے گا اور داعی کی سخت کلامی سے نہ صرف اس کی محنت ضائع ہو گی بلکہ مدعو ضلالت کی عمیق وادی میں جا گرے گا۔

تلاوت آیات

کلام الٰہی کے پڑھنے کو تلاوۃ کہا جاتا ہے، آپ ﷺ کی دعوت میں تلاوت آیات شامل ہے آپ سے تلاوت آیات سن کر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے، قرآن مجید ایک معجزہ ہے جو حقانیت اسلام کی بڑی دلیل ہے، قرآن مجید صوتی اعجاز کی حامل کتاب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾[45]

"اور جب اس چیز کو سنتے ہیں جو رسول پر اتری تو ان کی آنکھوں کو دیکھے گا کہ آنسوؤں سے بہتی ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا، کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس تو ہمیں ماننے والوں کے ساتھ لکھ لے"

تلاوۃ قرآن کے اثر سے اسلام کی طرف رغبت نصیب ہوتی ہے بشر طیکہ قواعد تجوید و قراءات مخارج وصفات اور مدات و وقات کو ملحوظ رکھا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا﴾(46)

"جس طرح ہم نے بھیجا تم میں ایک رسول تم میں سے وہ پڑھتے ہیں تم میں ہماری آیتیں"

علامہ طبری تلاوۃ آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(فانه يعنى آيات القرآن)(47)

"یعنی آپ ﷺ ان پر قرآن کی آیات تلاوت فرماتے ہیں"

تلاوت کا تعلق الفاظ قرآن سے ہے لہٰذا الفاظ قرآن، قرآن کی حقیقت میں شامل ہیں اس لیے آپ ﷺ کے فرائض منصبی میں لوگوں کے سامنے قرآن کی آیات تلاوت کرنا شامل ہے۔ تلاوت کے ساتھ جب علیٰ کا صلہ آتا ہے اس فعل تلاوت میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ جب قرآن مجید کی آیات تلاوت کرتے ہیں تو آپ کا انداز تلاوت عام قاری جیسا نہیں ہوتا بلکہ آپ ﷺ اللہ کے سفیر کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے احکام بندوں تک پہنچا رہے ہیں، اس وقت آپ ﷺ کے لہجہ میں شان و شوکت کے ساتھ گہری فکر مندی اور دل سوزی بھی ہوتی تھی جس سے سننے والوں کو ایمان لانے پر برانگیختہ کیا جاتا، آپ ﷺ کے انداز تلاوت سے علماء اسلام نے تجوید و قراءات کا علم اخذ کیا ہے کہ حروف کے مخارج و صفات کیا ہیں اور مدات و او قاف کونسی اقسام ہیں اس طرح داعی دین آپ ﷺ کے انداز تلاوت کی پیروی کرتے ہوئے قرآن کی تلاوت سے دعوت دین پیش کرے گا تو سامعین کو قبول اسلام کی طرف رغبت نصیب ہو گی۔ امام فخر الدین رازی تلاوت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(فكانه يحصل من تلاوته كل خيرات الدنيا و الآخرة)(48)

"گویا اس کی تلاوت سے دنیا و آخرت کی خیرات کا حصول ہوتا ہے"

قرآن مجید میں عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق و حقوق کا بیان ہے جو کل دین کا احاطہ کرتا ہے لہٰذا داعی دین کو تلاوت آیات کے وقت ایسا انداز اختیار کرنا چاہیے کہ سامعین کے قلوب و اذہان میں احکام الٰہیہ کی صداقت کی دھاک بیٹھ جائے۔

علامہ قرطبیؒ تلاوت آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(تلاوة ظاهر الالفاظ)(49)

"مراد ظاہر الفاظ کی تلاوت ہے"

قرآن مجید اساس شریعت ہے اس کی تلاوت کی تاثیر سامعین پر ایک روحانی کیفیت طاری کرتی ہے، قرآن مجید کے الفاظ میں جو فصاحت و بلاغت ہے اس میں غور و فکر اور اس کے معانی میں تدبر سے آدمی اس نتیجہ پر پہنچتا ہے یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔

اس طرح جو طالب حق ہو تو قرآن مجید کی سماعت کے بعد اس کے الفاظ و معانی پر غور و فکر کے نتیجہ میں وہ قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کا قائل ہو جائے گا۔

یہ اس کلام کا اعجاز ہے کہ جو اسے سنتا ہے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ یہی جہ ہے کہ نہ صرف انسانوں نے بلکہ جنات بھی اس کلام سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا: ارشاد باری تعالی ہے:

﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا(1)يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ۔وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا(2)﴾(50)

"(اے محبوب) آپ فرمائیں میری طرف وحی کی گئی کہ جنوں کی ایک جماعت نے (میری تلاوت) غور سے سنی تو انہوں نے ا(اپنی قوم سے) کہا کہ بے شک ہم نے عجیب قرآن سنا، جو ہدایت کرتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہر گز کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے"

قرآن مجید نے اس کے کلام اللہ ہونے کا انکار کرنے والوں کو چیلنج دیا کہ اس کی مثل کوئی کلام پیش کرو وہ ایسا کرنے سے عاجز آ گئے تو ارشاد ہوا اس کی مثل دس سورتیں لاؤ وہ اس پر بھی عاجز آ گئے تو حکم ہوا کہ اس کی مثل ایک سورت لاؤ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو لیکن وہ اس کی مثل ایک سورت بھی نہ لا سکے۔

تزکیہ

قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کا فرض منصبی تزکیہ نفوس بیان ہوا ہے اس سے مراد ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک و صاف کرنا ہے یعنی کفر و شرک، کبر، حسد، بغض اور ہر طرح کے گناہوں اور ظاہری نجاستوں کی آلودگی سے پاک کرنا تزکیہ میں شامل ہے، قرآن مجید میں تزکیہ دعوتی اصطلاح بیان ہوئی ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيَاتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ﴾(51)

"جس طرح ہم نے بھیجے تم میں ایک رسول تم میں سے وہ پڑھتے ہیں تم پر ہماری آیتیں اور تمہیں پاک کرتے ہیں"

اس آیت میں حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں تزکیہ نفوس بیان ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت جو دعائیں فرمائیں ان میں ایک دعا نبی آخر الزماں کی بعثت کے بارے میں ہے اور آنحضرت ﷺ کے مقاصد بعثت کا تذکرہ بھی اس دعا میں ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ﴾(52)

"اے ہمارے رب اور ان میں ایک (عظمت والا) رسول بھیج انہی میں سے کہ ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انہیں قرآن حکمت سکھائے اور انہیں پاک

کرے"

امام طبریؒ تزکیہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(ویطھرھم من الشرک با اللہ وعبادۃ الاوثان ویکثرھم بطاعۃ اللہ)[53]

"اور وہ انہیں شرک اور بتوں کی عبادت سے پاک کریں کہ وہ بکثرت اللہ کی اطاعت کریں"

تزکیہ کے لیے رسول اکرم ﷺ کی بعثت کو اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیَاتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ﴾[54]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا ایمان والوں پر جب اس نے ان میں عظمت والا رسول بھیجا ان ہی میں سے جو تلاوت کرتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے"

سورۃ البقرۃ کی دو آیتوں میں تزکیہ کا لفظ تعلیم و حکمت کے الفاظ سے پہلے بیان ہوا ہے اور سورۃ آل عمران کی اس آیت میں تعلیم کتاب و حکمت کے بعد آکر ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ در اصل مطلوب تزکیہ ہی ہے تلاوت و آیات ہو یا تعلیم کتاب و حکمت مقصود ان سے تزکیہ کا حصول ہے۔ امام رازیؒ تزکیہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(و تلک الامور ما کان یفعلہ علیہ السلام من الوعد و الایعاد و الوعظ و التذکیر و تکریر ذٰلک علیھم و من التشبث بامور الدنیا الی ان یومنوا و یصلحوا فقد کان علیہ السلام یعفل من ھذا الجنس اشیاء کثیرۃ لیقوی بھا دوا عیھم الی الایمان و العمل الصالح)[55]

" اور جن چیزوں سے آپ ﷺ نے تزکیہ فرمایا وہ یہ تھیں وعدہ، وعید، وعظ، تذکیر، بار بار یاد دہانی، اور امور دنیا میں احتیاط حتیٰ کہ وہ ایمان لائے اور اپنی اصلاح کر لی اور اس سے متعلق آپ ﷺ نے بہت سے امور بجا لائے کہ انہیں ایمان اور اعمال صالحہ کی طرف دعوت دیں"

آپ ﷺ نے تزکیہ نفوس کے لیے انتھک محنت اور کوشش کی یہاں تک کہ آپ ﷺ کی تعلیمات ان لوگوں کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئیں آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے معاشرہ میں ہر طرح کی

برائیں موجود تھیں، عقائد میں بگاڑ واقع ہو چکا تھا، لوگ الہٰ واحد کے نام تک کو بھول چکے تھے حتیٰ کہ مرکز توحید کعبہ اللہ کے اندر 360 بت رکھ دیئے گئے تھے جن کی پوجا کی جاتی تھی، انسانیت حقوق سے محروم ہو چکی تھی لوگوں کی جان، مال اور آبرو کی حرمت پامال ہو چکی تھی اس عالم میں آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی آپ ﷺ نے اس تیرہ و تاریک دنیا کو ہدایت کے نور سے روشن و منور فرما دیا اور لوگوں کا اس طرح تزکیہ فرمایا کہ ہر چیز سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے لگے اور ایک دوسرے کے ایسے خیر خواہ بن گئے کہ دوسروں کی جان مال اور آبرو کے محافظ قرار پائے، ان کی سیرتیں حضور ﷺ کے اخلاق کا عکس جمیل دکھائی دینے لگیں، ان کی زندگیوں میں ایسا انقلاب آیا کہ رہتی دنیا کے لیے ہدایت کے ستارے بنا گئے۔ آپ ﷺ کے عمل تزکیہ کی بدولت وہ تائب ہو کر دولت ایمانی سے مشرف و مزین ہو گئے اور ہر طرح کے گناہوں سے انہیں طہارت نصیب ہو گئی علامہ قرطبیؒ تزکیہ کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

(ای یجعلهم اذکیاء القلوب بالایمان)[56]

"یعنی آپ ﷺ ایمان کے ذریعے ان کے دلوں کو پاک کرتے ہیں"

آنحضرت ﷺ نے تزکیہ نفس کی بدولت اس معاشرے میں انقلاب برپا کیا آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں نے محض رسماً ایمان قبول نہیں کیا بلکہ ایمان لانے کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے جملہ احکام پر صمیم قلب سے عمل کیا اور کسی بڑی سی بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا۔

تعلیم کتاب

قرآن مجید میں تعلیم کتاب آنحضرت ﷺ کا فرض منصبی بیان ہوا ہے جس سے مراد ہے کتاب اللہ، یعنی قرآن مجید کے الفاظ کے معانی اور ان کی مراد واضح کرنا، یعنی کسی آیت میں احکام بیان ہوئے ہیں تو اپنے ارشاد اور عمل سے ان کی وضاحت کرنا، کتاب میں کہیں مشکل ہو تو اسے آسان کرنا، اجمال ہو تو اس کی تفصیل بیان کرنا، تعلیم کتاب کہلاتا ہے۔ قرآن مجید کے مطابق تعلیم کتاب ایک دعوتی اصطلاح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيَاتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾[57]

"جس طرح ہم نے بھیجے تم میں ایک رسول تم میں سے وہ پڑھتے ہیں تم پر ہماری آیتیں اور تمہیں پاک کرتے ہیں اور تمہیں کتاب و حکمت سکھاتے ہیں"

علامہ طبری تعلیم کتاب کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

(و یعلمهم کتاب الله و مافیه من امر الله و نهیه و شرائع دینه)[58]

"اور آپ انہیں کتاب اللہ کی تعلیم دیتے ہیں اور اس میں جو اوامر و نواہی اور دین کے احکام ہیں ان کی تعلیم دیتے ہیں"

قرآن مجید احکام شریعت کی اساس ہے پوری شریعت کے اصول وضوابط کی جامع کتاب ہے۔ کتاب الٰہی کے معلم ومبین آنحضرت ﷺ ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾[59]

"اور ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا کہ آپ لوگوں کو صاف صاف بتا دیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا"

امت محمدیہ کار نبوت کی امین ہے اس کے امین ہونے کا تقاضا ہے کہ تعلیمی اداروں کے نصاب میں قرآن کی تعلیم شامل ہو جس میں اصول تفسیر کے ساتھ قرآن مجید تفسیر کے ساتھ تعلیم دیا جائے اور عامۃالناس کو عام فہم انداز میں قرآن مجید کے احکام سمجھائے جائیں۔ امام رازی تعلیم کتاب کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

(ای یعلمهم الاحکام ما فیه من الکتاب)[60]

"یعنی کتاب میں جو احکام ہیں آپ انہیں سکھاتے ہیں"

اس طرح الفاظ قرآن کی تلاوت سے قرآن مجید تحریف سے محفوظ رہے گا اور معانی کی تعلیم سے قرآن مجید کے احکام کا حقیقی فہم حاصل ہونے کے بعد امت گمراہی سے محفوظ رہے۔ علامہ قرطبیؒ تعلیم کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

(الکتاب القرآن)[61]

"الکتاب سے مراد قرآن ہے"

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا تقاضا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے نصاب تعلیم کو زندگی کا محور سمجھا جائے، خلفاء راشدین نے اپنے ادوار خلافت میں اسی نصاب تعلیم کو رائج کیا تھا جس کی بدولت انہیں دنیا میں بھی کامیابیاں حاصل ہوئیں اور اخروی نجات ان کا مقدر ٹھہری، امت کی حقیقی کامیابی کا راز اسی میں ہے کہ عصر حاضر کے مسائل کا حل اس کتاب مقدس سے تلاش کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾[62]

"اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے تو بے شک وہ بڑی کامیابی کے ساتھ کامیاب ہوا"

قرآن مجید کا صحیح فہم و علم تعلیم رسول ﷺ پر موقوف ہے۔ اس کے بغیر نہ تو قرآن کو سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید کلام اللہ ہے لہٰذا انسان براہ راست اسے نہیں سمجھ سکتا، رسول اللہ ﷺ اللہ کے نمائندہ ہیں اور وحی کے ذریعے آپ کو اللہ تعالیٰ سے شرف ہمکلامی نصیب ہوا لہٰذا رسول اللہ ﷺ قرآن کے حقیقی مفسر ہیں اور امت فہم قرآن میں تعلیم رسول ﷺ کی محتاج ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا مقصد بعثت یہ بیان فرمایا ہے کہ آپ معلم کتاب ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کو قرآن مجید کی تعلیم اس طرح دی کہ وہ کمال علم کے مرتبے کو

پہنچ گئے اور ان کے اندر بیک وقت معلم، مدبر، سپہ سالار، عابد، زاہد، تاجر اور سربراہ مملکت جیسی خوبیاں پیدا ہو گئیں۔

تعلیم حکمت

قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کے فرائضِ منصبی میں تعلیم کتاب کے ساتھ تعلیم حکمت بھی بیان فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيَاتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾[63]

"اور جس طرح ہم نے بھیجے تم میں ایک رسول تم میں سے وہ پڑھتے ہیں تم میں ہماری آیتیں اور تمہیں پاک کرتے ہیں اور تمہیں کتاب و حکمت سکھاتے ہیں اور تمہیں وہ سکھاتے ہیں جو تم نہ جانتے تھے"

قرآن مجید کے مطابق حکمت بھی منزل من اللہ ہے، نبی ﷺ پر نزول حکمت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾[64]

"اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت اتاری"

اس آیت میں نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو چیزیں اتارے جانے کا ذکر ہے، ایک کتاب یعنی قرآن مجید اور دوسری حکمت یعنی سنت ہے۔ امام طبری تعلیم حکمت کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

(و الحكمة اى السنة)[65]

"حکمت سے مراد سنت ہے"

قرآن مجید میں بیان کئے گئے احکام کی عملی شکل اور تفسیر سنت رسول ﷺ سے واضح ہوتی ہے، عقائد، عبادات، اخلاق، حقوق اور معاملات سمیت زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق قرآن مجید میں احکام بیان ہوئے ان کی حقیقی تفسیر سنت رسول ﷺ سے معلوم ہوتی ہے۔ امام رازیؒ تعلیم حکمۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(الحكمة هى السنة الرسول)[66]

"حکمت ہی سنت رسول ہے"

قرآن مجید کی تفسیر معرفت دین اور احکام شریعت کا تفصیلی علم آنحضرت ﷺ کے ذریعے امت کو دیا گیا اور ان آیات میں تعلیم حکمت کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کی گئی ہے اور آپ ﷺ نے جو فرمایا اور جو کیا وہ سنت رسول ہے اور وہی شریعت ہے۔ علامہ قرطبیؒ تعلیم حکمت کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

(نسب التعليم الى النبى ﷺ من حيث هو يعطى الامور التى ينظر فيها و تعلم طريق النظر بما يلقيه الله اليه من وحيه[67])

" تعلیم کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف کی گئی ہے اس لیے کہ
آپ ﷺ وہ تمام امور عطا کرتے ہیں جن میں غور و فکر کیا جاتا ہے اور
آپ ﷺ غور و فکر کے ان طرق کے تعلیم دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ
کو بذریعہ وحی عطا فرمائے تھے "

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نزول کتاب کے ساتھ نزول حکمت کا ذکر بھی فرمایا۔ قرآن مجید میں آیات اللہ کے پڑھنے کے ساتھ حکمت کے پڑھنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ ﴾[68]

"اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتیں
ہیں انہیں یاد رکھو"

اس آیت سے حکمت کے پڑھنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے لہٰذا احدیث و سنت پر عمل کا وجوب بھی اسی سے معلوم ہوتا ہے۔

آپ ﷺ نے قرآن کے ساتھ سنت کے اتارے جانے کا ذکر بھی فرمایا ہے:

(الا انی اوتیت القرآن و مثلہ معہ)[69]

"آگاہ ہو جاؤ بیشک مجھے قرآن عطا کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل
ایک اور چیز بھی دی گئی ہے"

آنحضرت ﷺ پر دو قسم کی وحی نازل کی گئی، لہٰذا دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور وحی کی ان دونوں اقسام پر عمل کرنا بھی واجب ہے۔

قرآن مجید کے مطابق رسول اللہ ﷺ مطاع مطلق ہیں، آپ ﷺ کی اطاعت مستقل اطاعت ہے جو اہل ایمان پر فرض ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾[70]

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو "

اس آیت میں " اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ " کو " اَطِيْعُوا اللّٰهَ " سے الگ مستقل جملہ کی صورت میں بیان کیا گیا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بلا مشروط اور دائمی اطاعت ہے آپ ﷺ نے جو فرمایا اس کی پیروی لازم ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کے ساتھ ساتھ سنت رسول ﷺ شریعت کی اساس و مآخذ ہے اور قرآن کی تعلیم کے ساتھ سنت رسول ﷺ کی تعلیم بھی لازم ہے، ایک داعی کے لیے ضروری ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ سنت رسول کی تبلیغ، تدریس اور تعلیم دے، سنت رسول کے بغیر احکام شریعہ کی صحیح تعبیر و تشریح ناممکن ہے۔ آپ ﷺ کے ہر امر و نہی، ہر قول و عمل اور ہر فیصلہ و حکم کو قرآن مجید نے حکمۃ سے تعبیر فرما کر " تعلیم حکمۃ" کو نبی ﷺ کا مقصد بعثت قرار دیا ہے اور امت محمدیہ کو تعلیم حکمۃ کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔

نتائج:

1۔ نبی اکرم ﷺ کے دعوتی اصولوں کو اپنا کر دعوت کو کامیابی سے ہمکنار کیا جا سکتا ہے۔

2۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد دعوت الی اللہ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے، جس کی ادائیگی سے ہی لادینیت کے طوفان سے بچا جا سکتا ہے۔

3۔ ایمان اور اعمال صالحہ کی ادائیگی پر قرآن و سنت میں جو فوز و فلاح کے حصول دخول جنت اور اس میں موجود انعامات کی خوشخبری دی گئی ہے، ان سے ایمان وہدایت کی ترغیب دلانا تبشیر ہے۔

4۔ آنحضرت ﷺ کے قرآنی دعوتی اصولوں میں تلاوت آیات شامل ہے، آپ کی تلاوت قرآن کے اثر سے لوگوں کو ایمان و ہدایت کی ترغیب ملتی اور آپ کے انداز تلاوت سے سامعین کے قلوب و اذہان میں احکام الٰہیہ کی صداقت و عظمت اجاگر ہوتی ہے۔ لہٰذا داعیان اسلام کو آنحضرت ﷺ کے اس انداز تلاوت کی پیروی کرنی چاہئے جو قواعد تجوید و قراءات کی صورت میں محفوظ ہے۔

5۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت کفر و شرک کا غلبہ تھا اور لوگوں کے دل کفر و شرک سے آلودہ ہو چکے تھے، آنحضرت ﷺ نے تزکیہ نفس کی بدولت ان کے دلوں کو پاک وصاف فرمایا۔

6۔ آنحضرت ﷺ نے قرآن مجید اور سنت نبویہ ﷺ کی تعلیم سے اپنے اصحاب کو آراستہ فرما کر جملہ شعبہ زندگی میں مقتدا کے منصب پر فائز فرمایا۔

7۔ نرم اور ملائم لہجہ میں دی جانے والی دعوتِ اسلام دلوں پر اثر انداز ہوتی ہے اور ایسے منہج دعوت سے داعی کو کار دعوت میں آسانی اور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

References

1 ۔ سورۃالبقرۃ2:213

2 ۔ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، دار السلام لطباعۃ و النشر و التوزیع و الترجمہ، قاھرہ مصر،2012،ج:2،ص:1134

3 ۔ سورۃالمدثر،74:1،2

4 ۔ قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، دار الفکر بیروت، 1415ھ، ج:14، ص:178.

5 ۔ رازی، فخر الدین، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1415ھ، ج:9، ص:206.

6 ۔ سورۃالبقرۃ2:213

7 ۔ سورۃسباء34:28

8 ۔ طبری، محمد جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ج:8، ص:6673

9۔ رازی، فخر الدین، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ج:9، ص:206
10۔ قرطبیؒ، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، ج:14، ص:265
11۔ سورۃ طٰہٰ20:43،44
12۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، 1438ھ، ج:3، ص:188۔
13۔ رازی، فخر الدین، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب،، ج:8، ص:52
14۔ سورۃ طٰہٰ20:43،44
15۔ قرطبیؒ، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، ج:11، ص:182
16۔ سورۃ آل عمران3:159
17۔ سورۃ القلم68:4
18۔ قرطبیؒ، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ج:10، ص:8136
19۔ محمد عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، دار االغد االجدید، قاھرہ، ج:2، ص:201
20۔ رازی، فخر الدین، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ج:10، ص:601
21۔ قرطبیؒ، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، ج:18، ص:199
22۔ المظہری، محمد ثناء اللہ، قاضی، التفسیر المظہری، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، 2020ء، ج:7، ص:296
23۔ سورۃ آل عمران3:159
24۔ ثناء اللہ حسین، ڈاکٹر، الرحلات القرآنیۃ من عھد ابراہیم الی عھد محمد ﷺ، ص:125
25۔ سورۃ الاحقاف46:35
26۔ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ج:9، ص:7429
27۔ رازی، فخر الدین، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ج:10، ص:31
28۔ قرطبیؒ، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، ج:16، ص:189
29۔ سورۃ النحل16:125
30۔ رازی، فخر الدین، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ج:7، ص:286
31۔ نسفی، عبد اللہ بن احمد، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، مکتبہ رحمانیہ لاہور، 2015ء، ج:2، ص:216
32۔ آلوسی، محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی، دار احیاء التراث العربیہ، بیروت، 1417ھ، ج:14، ص:660
33۔ سورۃ النحل16:125
34۔ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ج:6، ص:5072
35۔ بغوی، ابو الحسین بن مسعود، معالم التنزیل،، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 1414ھ، ج:2، ص:640
36۔ سورۃ القمر54:21
37۔ الخازن، علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم، لباب التاویل فی معانی التنزیل، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، ج:3، ص:102

38۔ القشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحۃ، رقم:196
39۔ سورۃالشعراء3:26
40۔ سورۃالنحل125:16
41۔ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ج:6، ص:5072
42۔ سورۃالاعراف60:7،61
43۔ آلوسی، محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی، ج:14، ص:660
44۔ سورۃبنی اسرائیل53:17
45۔ سورۃالمائدہ83:5
46۔ سورۃالبقرۃ151:2
47۔ قرطبیؒ، محمد بن احمد، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ج:1، ص:779
48۔ رازی، فخر الدین محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ج:2، ص:122
49۔ قرطبیؒ، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، ج:2، ص:130
50۔ سورۃالجن1:72،2
51۔ سورۃالبقرۃ151:2
52۔ سورۃالبقرۃ129:2
53۔ قرطبیؒ، محمد بن جریر، الجامع لاحکام القرآن، ج:1، ص:718
54۔ سورۃآل عمران164:3
55۔ رازی، فخر الدین، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ج:2، ص:59
56۔ قرطبیؒ، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، ج:18، ص:72
57۔ سورۃالبقرۃ151:2
58۔ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ج:10، ص:80
59۔ سورۃالنحل44:16
60۔ رازی، فخر الدین، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ج:2، ص:59
61۔ قرطبیؒ، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، ج:2، ص:130
62۔ سورۃالاحزاب71:33
63۔ سورۃالبقرۃ151:2
64۔ سورۃالنساء113:4
65۔ طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ج:1، ص:718
66۔ رازی، فخر الدین، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ج:2، ص:123
67۔ قرطبیؒ، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، ج:2، ص:130

68 ۔ سورۃالنساء4:113

69 ۔ ابوداؤد، سلمان بن اشعث، سنن اابی دداؤد، کتاب السنۃ، باب فی الزوم السنۃ، رقم الحدیث:4604

70 ۔ سورۃالنساء4:59۔

Bibliography in Roman

1. Qur'an. Sūrah al-Baqarah 2:213.
2. Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān.* Dār al-Salām li-Ṭibāʿah wa al-Nashr wa al-Tawzīʿ wa al-Tarjamah, Cairo, 2012.
3. Qur'an. Sūrah al-Muddaththir 74:1–2.
4. al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. *Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān.* Dār al-Fikr, Beirut.
5. Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ʿUmar. *Mafātīḥ al-Ghayb.* Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, Beirut.
6. Qur'an. Sūrah al-Baqarah 2:213.
7. Qur'an. Sūrah Sabaʾ 34:28.
8. Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān.*
9. Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ʿUmar. *Mafātīḥ al-Ghayb.*
10. al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. *Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān.*
11. Qur'an. Sūrah Ṭāhā 20:43–44.
12. Ibn Kathīr. *Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm.* Dār al-Salām li-Nashr wa al-Tawzīʿ, Riyadh.
13. Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ʿUmar. *Mafātīḥ al-Ghayb.*
14. Qur'an. Sūrah Ṭāhā 20:43–44.
15. al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. *Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān.*
16. Qur'an. Sūrah Āl ʿImrān 3:159.
17. Qur'an. Sūrah al-Qalam 68:4.
18. al-Qurṭubī. *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān.*
19. ʿAbd al-Malik ibn Hishām. *Al-Sīrah al-Nabawīyah.* Dār al-Ghadā al-Jadīd, Cairo.
20. Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ʿUmar. *Mafātīḥ al-Ghayb.*
21. al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. *Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān.*

22. al-Muẓharī, Muḥammad Sināʾ Allāh Qāḍī. *Al-Tafsīr al-Muẓharī.* Maktabah Rashīdiyyah, Quetta, 2020.
23. Qur'an. Sūrah Āl ʿImrān 3:159.
24. Sināʾ Allāh Ḥusayn, Dr. *Al-Riḥlāt al-Qurʾāniyyah min ʿAhd Ibrāhīm ilā ʿAhd Muḥammad ﷺ.*
25. Qur'an. Sūrah al-Aḥqāf 46:35.
26. Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān.*
27. Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ʿUmar. *Mafātīḥ al-Ghayb.*
28. al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. *Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān.*
29. Qur'an. Sūrah An-Naḥl 16:125.
30. Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ʿUmar. *Mafātīḥ al-Ghayb.*
31. An-Nasafī, ʿAbd Allāh ibn Aḥmad. *Madārik al-Tanzīl wa Ḥaqāʾiq al-Taʾwīl.* Maktabah Raḥmāniyyah, Lahore, 2015.
32. Ālūsī, Maḥmūd. *Rūḥ al-Maʿānī fī Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm wa al-Sabʿ al-Thānī.* Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabīyah, Beirut.
33. Qur'an. Sūrah An-Naḥl 16:125.
34. Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān.*
35. al-Baghawī, Abū al-Ḥusayn ibn Masʿūd. *Maʿālim al-Tanzīl.* Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Beirut.
36. Qur'an. Sūrah al-Qamar 54:21.
37. al-Khāzin, ʿAlāʾ al-Dīn ʿAlī ibn Muḥammad ibn Ibrāhīm. *Lubāb al-Taʾwīl fī Maʿānī al-Tanzīl.* Maktabah Rashīdiyyah, Quetta.
38. al-Qushayrī, Muslim ibn Ḥajjāj. *Al-Ṣaḥīḥ.* Kitāb al-Īmān, Bab Bayān Ann al-Dīn al-Naṣīḥah, 196.
39. Qur'an. Sūrah Ash-Shuʿarāʾ 26:3.
40. Qur'an. Sūrah An-Naḥl 16:125.
41. Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān.*
42. Qur'an. Sūrah al-Aʿrāf 7:60–61.
43. Ālūsī, Maḥmūd. *Rūḥ al-Maʿānī fī Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm wa al-Sabʿ al-Thānī.*
44. Qur'an. Sūrah Banī Isrāʾīl 17:53.
45. Qur'an. Sūrah al-Māʾidah 5:83.
46. Qur'an. Sūrah al-Baqarah 2:151.
47. al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān.*

48. Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ʿUmar. *Mafātīḥ al-Ghayb.*
49. al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. *Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān.*
50. Qur'an. Sūrah al-Jinn 72:1–2.
51. Qur'an. Sūrah al-Baqarah 2:151.
52. Qur'an. Sūrah al-Baqarah 2:129.
53. al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Jarīr. *Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān.*
54. Qur'an. Sūrah Āl ʿImrān 3:164.
55. Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ʿUmar. *Mafātīḥ al-Ghayb.*
56. al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. *Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān.*
57. Qur'an. Sūrah al-Baqarah 2:151.
58. Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān.*
59. Qur'an. Sūrah An-Naḥl 16:44.
60. Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ʿUmar. *Mafātīḥ al-Ghayb.*
61. al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. *Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān.*
62. Qur'an. Sūrah al-Aḥzāb 33:71.
63. Qur'an. Sūrah al-Baqarah 2:151.
64. Qur'an. Sūrah An-Nisāʾ 4:113.
65. Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān.*
66. Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ʿUmar. *Mafātīḥ al-Ghayb.*
67. al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad. *Al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān.*
68. Qur'an. Sūrah An-Nisāʾ 4:113.
69. Abū Dāwūd, Salmān ibn Ashʿath. *Sunan Abī Dāwūd.* Kitāb al-Sunnah, Bab fī al-Zawm al-Sunnah, 4604.
70. Qur'an. Sūrah An-Nisāʾ 4:59.